منتخب ادیان ومذاہب کے نظامِ کفالت کا تحقیقی جائزہ

The research review of selected religions' immune system

ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی بخاری*

Abstract:

Islam is a Universal religion and among the historical orders that this sacred religion has released in every field, the most important matters are of sponsorship and Social responsibility.

Islamic education is the base of Ideology of all the ameliorative works or Social welfare status in this world, nowadays. In human history, there is no example of it on religious basis.

In this article, this Point has been tried to clarify.

***Key Words**:*

Sacerd religion, Historical orders, Social responsibilities, Sponsorship, ameliorate.

---

*۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن وسنہ

الہامی مذاہب اور ان کا تعارف و تقابل

توحید پر عقیدہ رکھنے والے تینوں مذہبوں میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے صحیفوں کا مجموعہ موجود ہے۔ تینوں مذاہب کے پیروکاروں کیلئے خواہ وہ یہودی ہوں، نصرانی اور مسلمان، یہ صحیفے ان کے عقیدے کی بنیاد ہیں، وہ ان کیلئے الہام و تنزیل کی تحریری شکلیں ہیں۔ خواہ یہ الہام براہ راست ہوا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ہے کہ انہیں خود باری تعالیٰ سے احکامات ملے۔ خواہ بالواسطہ طور پر ہوا ہو جس طرح حضرت۔۔۔۔۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوا۔

جن میں سے اول الذکر نے بیان کیا کہ وہ آسمانی باپ کی جانب سے ہمکلام ہو رہے ہیں اور موخر الذکر نے انسانوں کو وہ پیغام پہنچایا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ ؐ کو ملا تھا۔

اگر ہم مذہبی تاریخ کے حقائق پر معروضی طور سے غور کریں تو ہمیں عہد نامہ عتیق، انجیل اور قرآن کو وحی کے تحریری مجموعوں کی حیثیت سے ایک ہی سطح پر رکھنا پڑے گا۔ اگرچہ اس طرز عمل کو اصولی طور پر مسلمان اختیار کیے ہوئے ہیں، لیکن مغرب کے مذہبی حلقے یہودی و نصرانی اثرات کے تحت قرآن کو ایک الہامی کتاب کا درجہ دینے کیلئے تیار نہیں ہیں، اس طرح کے طرز عمل کی وضاحت اس نقطہ نظر کی روشنی میں کی جاسکتی ہے جو ہر مذہبی فرقہ صحیفوں کے اعتبار سے باقی دو مذاہب کے متعلق رکھتا ہے۔

یہودیت کی اپنی مقدس کتاب عبرانی بائبل کی شکل میں ہے۔ یہ عیسائیوں کے عہد نامہ جدید سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ مؤخر الذکر میں کئی ایسی کتابیں شامل ہیں جو عبرانی میں موجود نہیں تھیں۔ اس اختلاف سے عملاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہودیت اپنے سوا بعد کی کسی بھی تنزیل و وحی کو تسلیم کرنے کیلئے آمادہ نہیں۔ عیسائیت نے عبرانی بائبل کو اپنالیا ہے اور اس میں چند ضمیمہ جات کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن اس نے تمام شائع شدہ تحریروں کو تسلیم نہیں کیا جن کا مقصد ہی انسانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن سے آگاہ کرنا تھا۔ کلیسا نے ان کتابوں کی اشاعت میں قطع و برید سے کام لیا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور تعلیمات کا ذکر ہے۔ اس نے عہد نامہ جدید میں صرف ایک محدود تعداد تحریروں کو محفوظ رکھا ہے جن میں اہم ترین وہ چار اناجیل ہیں جن کو شرعی حیثیت حاصل ہے۔

عیسائیت کسی ایسی وحی کو تسلیم نہیں کرتی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے حواریوں کے بعد نازل ہوئی۔ لہٰذا وہ قرآن کو مسترد کر دیتی ہے۔(۱)

الہامی کتب اور تحریفات

میں اپنے موضوع "کفالت" کی تحقیق میں جانے سے قبل ایک مختصر ساخاکہ تحریفات سے متعلق پیش کرنا چاہوں گا تاکہ اہل کتاب "یہود ونصاریٰ" کے مذاہب اور نظام کی جو بنیادی کتب ہیں ان کی صحیح حیثیت اجاگر ہو سکے اور اسی کے تناظر میں مزید تحقیق کی جاسکے۔ اگر ابتداء سے اب تک بائبل کے تراجم پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "خدا کی یہ کتاب" سیکڑوں مرتبہ "روائزڈ"Revised ہو چکی ہے۔ اکثر بائبل کے نسخوں پر اتھارائزڈ ورژن(Authorised Version)"ریوائزڈ ورژن"(Revised Version)اور "ریوائزڈ اسٹینڈرڈ ورژن"(Revised Standard Version)لکھا ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ "تصدیق الفاظ" کسی کی اتھارٹی سے کس کے حکم سے اور کیوں کر لکھے گئے؟

عام مسیحیوں کو تو یہی یقین دلایا جاتا ہے کہ بائبل میں موجود کتب "خدا کے کلام""ورڈ آف گاڈ" پر مبنی ہیں اور خدا اور روح القدس کے الہام ہی سے انہیں لکھا گیا ہے تو پھر جب یہ "کتب بائبل" خدا کی طرف سے ہیں تو بائبل کے نسخوں میں یہ "ورژن" کیسے؟ پھر اس کے ترجموں میں کاٹ چھانٹ کیسی؟ اور اس کا مجاز کون ہے؟

ابتداء سے اب تک بائبل کے تراجم پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہتا کہ یہ کتاب سیکڑوں مرتبہ "ریوائزڈ" ہو چکی ہے۔(۲) "۱۹۴۸ء" تک مکمل بائبل کے جو صرف انگلش زبان میں ترجمے ہوئے وہ بچاس سے زائد بار "ریوائزڈ" ہو چکے ہیں۔(۳)

واضح رہے کہ بائبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل پر مشتمل ہے۔ عیسائی توریت کو عہد نامہ قدیم اور انجیل کو عہد نامہ جدید کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا مختصر سی تحقیق کے بعد اب ہم ان الہامی مذاہب کے "نظام کفالت" کا تحقیقی تجزیہ پیش کرتے ہیں:

یہودیت اور عیسائیت کا نظامِ کفالت

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ "نماز بھی ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی مذاہب کے صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیروؤں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام بھی نظر نہیں آتا۔ حلانکہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے اور اس کی تائید مختلف آسمانی صحیفوں سے ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ہر مذہب کی جزو لاینفک تھی۔اسی طرح "زکوٰۃ" بھی تمام مذاہب کا ہمیشہ ضروری "جزو" رہی ہے۔ بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں تھیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ (٤)

ترجمہ: "اور (ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا) کہ نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ۔ (٥)

ترجمہ: "(اے بنی اسرائیل) اگر تم قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ"

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ تھا۔ (٦) نیز ہر بیس برس یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب تھا۔ (٧) ساتھ ہی گرا پڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے، جو مال کی زکوٰۃ تھی اور یہ عملاً ہر تیسرے سال واجب الادا ہوتی تھی۔ یہ رقم بیت المقدس کے خزانہ میں جمع کی جاتی تھی۔ اس کا ساٹھواں حصہ مذہبی عہدہ دار پاتے تھے، دسواں حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد (لادیین) قومی خاندانی کاہن ہونے کی حیثیت سے لیتی تھی اور ہر تیسرے سال میں دسواں حصہ بیت المقدس کے حاجیوں کی مہمانی کیلئے رکھا جاتا تھا۔ اسی مد سے عام مسافروں، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کو روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا اور نقد آدھے مثقال والی زکوٰۃ کی رقم، جماعت کے خیمہ (یا مسجد بیت المقدس) اور قربانی کے ظروف و آلات کے خریداری کیلئے رہتی تھی۔ (٨) توراۃ کے زمانے میں چونکہ دولت زیادہ تر صرف زمین کی پیدوار اور جانوروں کے گلوں تک محدود تھی اس لئے ان ہی دونوں چیزوں کی زکوٰۃ کا زیادہ ذکر آیا ہے۔ سونا چاندی اور ان کے سکوں کی چونکہ قلت تھی اس لئے ان کی زکوٰۃ کا ذکر ایک دو جگہ ہے۔ اسی بناء پر یہودیوں نے نقد

زکوٰۃ کی اہمیت محسوس نہیں کی، علاوہ بریں زکوٰۃ کی مدت تعین کہ وہ ہر سال یا دوسرے سال یا تیسرے سال واجب الادا ہے۔ تصریحاً معلوم نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ اس زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے، یعنی وہ کہاں خرچ کی جائے، اس کی تفصیل بھی خود توراۃ کی زبان سے کم سنائی دیتی ہے۔ عیسوی مذہب میں بھی زکوٰۃ مشروط تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا صراحتہً ذکر ملتا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّاً۔ (۹)

ترجمہ: "اور خدانے مجھ کو زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے ان ظاہری قواعد میں کوئی ترمیم نہیں کی، بلکہ ان کی روحانی کیفیت پر زیادہ زور دیا۔ انجیل لوقا میں ہے کہ جو "اپنا عشر (زکوٰۃ) ریا، نمائش اور فخر کیلئے دیتا ہے اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے" (۱۰)

اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے:

"اگر کوئی دولت مند ہیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے، اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوص دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دولتمند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ کر ہے"

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ خدا کی راہ میں لٹادے" کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے مگر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ (۱۱) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی۔ (۱۲)

عیسوی مذہب میں گو سب کچھ دینے کا حکم تھا، مگر یہ حکم ہر ایک کیلئے موزوں نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہر شخص اس پر عمل کر سکتا تھا، دوسرے مذہبوں میں بھی اگرچہ خیرات اور زکوٰۃ ادا کرنے کے احکام موجود تھے۔ تاہم ان کیلئے کوئی

نظام اور اصول مقرر نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہر شخص پر قانوناً رقم واجب الادا تھی جس کے ادا کرنے پر وہ مجبور ہو سکتا تھا۔ اسلام سے قبل دیگر مذاہب میں "زکٰوۃ" کے تعین اور مدت کے بارے میں کوئی صریح نہیں ملتا۔ جبکہ یہ مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ توریت میں جس عشر یعنی دسویں حصہ کا حکم ملتا ہے تو وہ فقط تین سال میں ایک مرتبہ ہی واجب الادا ہوتا تھا جبکہ انجیل میں یہ مدت بھی نہ تھی نہ مدت تعین، نہ ہی زمانہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں "زکٰوۃ" کی مقدار پیداوار کا دسواں حصہ تھا اور نقد میں آدھا مثقال جو امیر و غریب سب پر یکساں فرض تھا، لیکن زمین کی قسمیں ہوتی ہیں، کہیں زمین صرف بارش سے سیر اب ہوتی ہے اور کہیں نہر کے پانی سے، جہاں مزدوری اور محنت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ نقد دولت کے بھی مختلف اصناف ہیں، بعض مرتبہ دولت بے محنت مفت ہاتھ آجاتی ہے اور بعض اوقات سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔اس لیے سب کا یکساں حال نہیں ہو سکتا، انجیل نے حسب دستور اس مشکل کا کوئی حل نہیں کیا۔ لیکن محمد رسول اللہ ؐ کی شریعت کاملہ نے علم اقتصاد سیاسی (پولیٹیکل اکانمی) کے نہایت صحیح اصول کے مطابق دولت کے فطری اور طبعی ذرائع کی تعیین کی اور ہر ایک کیلئے زکٰوۃ کی مناسب شرح مقرر کی۔(۱۳)اسی طرح مویشیوں کی کوئی مخصوص تعداد پر توراۃ میں ذکٰوۃ نہیں تھی بلکہ ہر قسم کے جانوروں میں دسواں حصہ زکٰوۃ(۱۴)اور نقد کی زکٰوۃ دیتے وقت تو یہاں تک حکم دیا گیا کہ :

"خداوند کیلئے نذر کرتے وقت آدھے مثقال سے امیر زیادہ نہ دے اور غریب کم نہ دے"(۱۵)

واضح ہو کہ موجودہ عیسائیت کو حضرت مسیح سے بہت دور کا تعلق ہے۔ موجودہ مذہب اور عقائد تو سینٹ پال کے تخیلات ہیں۔ سینٹ پال نے تو حضرت مسیح کو دیکھا اور نہ ان سے کوئی استفادہ کیا۔ ابتداء میں سینٹ پال تو خود اس وقت کے مختصر سے عیسائی گروہ پر ہر ستم ڈھانے میں پیش پیش تھے بعد میں چل کر عیسائیت اختیار کر لی۔ ان کا نام پہلے "سال" تھا۔عیسائیت اختیار کرنے کے بعد "پال" اپنا نام رکھ لیا۔

"سینٹ پال" اس زمانے کی یہودیت، ایران کی آتش پرستی اور اسکندریہ کے مذہب سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے ان مذاہب کے بہت سے عقائد اور تصورات انجیل مقدس کے مذہب میں خلط ملط کر لیے اور دنیا میں اس کو عیسائیت کے نام پیش کیا۔(۱۶) سینٹ پال کی عیسائیت ایک مختلف عقائد پر مبنی عقائد کا مجموعہ تھی اور اس میں جو نظام معاش پیش کیا گیا ہے وہ "ایجابی" نہیں بلکہ "سلبی" ہے اس کے مذہب کی بیاد ترک دنیا اور ترک لذت پر قائم تھی۔

انجیل، میں پولس کا ایک خط جو قرتینیوں کے نام لکھا گیا ہے اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ "سینٹ پال خدائی بادشاہت کی جستجو میں بھوک پیاس ناداری، فاقہ مستی، محنت ومشقت، شب بیداری، ٹھنڈک اور برہنگی کو برداشت کرتا تھا۔(۱۷) کیونکہ عیسائیوں کے ہاں جسم کی خواہش روح کے مخالف ہے اور روح کی خواہش جسم کی، اور یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔(۱۸) انجیل والے تو ساری دنیا میں اسی نظریے کا پرچار کرتے رہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے مگر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔(۱۹) اور جب کلیسائی اصلاح کی فضاء قائم ہوئی تو اس وقت بھی کوئی خاطر خواہ نظریاتی فرق عیسوی مذہب میں پیدا نہ ہوا۔ ایک جگہ لوتھر کہتا ہے:

"اللہ میاں معمولاً دولت انہیں ٹھیٹھ گدھوں کو دیتا ہے جن میں وہ کچھ اور ارزانی نہیں فرماتے"

کلیسائی حلقوں میں بہت دنوں تک تجارت سے مخالفت کی روش جاری رہی۔ بنیادی تصور یہ تھا کہ ہر قسم کی منفعت کی سود یا بیاج قرار دیا جائے۔

بعض مؤرخوں نے نہایت بے رحمانہ شدت کے ساتھ اس نظریے کو ترقی دی کہ معاملہ کاروبار چاہے کسی قسم کا ہو، ناجائز ہے۔ تیرہویں صدی (عیسوی) کے ابتدائی سالوں کی تالیف میں ہر تاجر کو "سودخور" قرار دیا گیا ہے اور ہر تاجر کے بیٹے کے متعلق یہ تصور کر لیا جاتا تھا کہ وہ مال حرام پر جی رہا ہے۔ اس کتاب کا مؤلف "روبیرڈ کورسون" ہے جو نوآیوں کا صدر پادری تھا۔ پھر "کارڈنیل" بناء بظاہر ایک انگریز معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس برائی کا ایک علاج ہونا چاہئے اور وہ علاج یہ ہے کہ ایک عمومی مجلس شوریٰ مذہبی منعقد ہو جہاں "اسقف" اور "حکمراں" یہ فیصلہ کریں کہ ہر قسم کی ثروت کو بلکہ تمام زائد از استعمال چیزوں کو ممنوع قرار دیا جائے، اور عیسائی دنیا میں یا تو پادری زندہ رہیں یہ تنخواہ یاب نوکر جن میں سے ایک طبقہ اپنی روحانی خدمات کے معاوضہ پر بسر برد کرے تو دوسرا کشوری خدمات کی تنخواہ پر(۲۰) غرض عیسائیوں کے ہاں تجارتی اور ہر طرح کا کاروبار عرصہ تک حرام رہا۔ رفتہ رفتہ ضروریات زندگی گیہوں اور پھر شراب وغیرہ کی اجازت ملی۔ اکونیاس کے سینٹ ٹامس نے ان زیادتیوں پر رد عمل کیا۔ چنانچہ اس کی نظروں میں اگرچہ تجارت میں بذات خود ایک حد تک نفرت آمیز عنصر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے اصولاً کوئی دیانت دارانہ مقصد نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ وہ محض ایک انفرادی نفع اندوزی ہے لیکن بہر حال اس ممتاز ہستی نے یہ تسلیم کر لیا کہ تجارت کے ذریعے سے جو نفع حاصل ہو وہ کسی جائز مقصد کے تحت بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں تجارت جائز ہو گی۔

اب دوسرے مولف اس کی پیروی کرنے لگے چنانچہ گیہوں، شراب اور دیگر تمام ضروریات زندگی کی تجارت کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔ شرط صرف یہ رہی کہ نفع معتدل ہو۔ (۲۱) بہر حال عیسوی مذہب کی بنیادی کتب یوحنا، متی، مرقس، لوقا ان چاروں انجیلوں کی تعلیم کو بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ ان کتب میں ابتدا ہی سے معاشی کفالت اور اس کے ذرائع کو کبھی اہمیت نہیں دی گئی۔ مذہبی حیثیت سے اس میں تحقیق کرنے کیلئے کوئی خاص مواد موجود نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیمات سے جو تاثر ہمیں ملتا ہے وہ یہ کہ مذہب اپنے پیروکاروں کو رہبانیت یعنی ترک لذات جس کو ہم اپنی زبان میں جوگی پن سے تعبیر کر سکتے ہیں، کا بار بار درس دیتا ہے۔ چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے کہ :

"تم خدا اور دولت کی خدمت نہیں کر سکتے، اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے ؟ کیا پئیں گے ؟ اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے ؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں"

ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ جوتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں، تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے۔ (۲۲) اسی طرح انجیل لوقا میں ایک مقام پر لکھا ہے :

"اور اس نے کہا خبردار ! اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو، کیونکہ کسی کی زندگی اس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے خزانے جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیں۔ (۲۳)

عہد نامہ جدید (اناجیل اربعہ) کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ مسیحیت "سرمایہ داری" کو ناپسند کرتی ہے لیکن اقتصادی نظام کے نقطہ نظر سے اس میں ترغیب و تلقین کے علاوہ کوئی قانونی عملی حیثیت مذکور نہیں کہ جس کو سامنے رکھ کر اقتصادی اور کفالتی نظام عادلانہ طریقوں پر مرتب کیا جاسکے اور ایک دیندار کو صحیح دنیا دار بنا کر جماعتی زندگی کا مفید جزء بنایا جاسکے بلکہ اس کے برعکس اس سے صرف "رہبانیت" اور "دنیا کشی" کی تعلیم نکلتی ہے اور بس۔ اور ایک دیندار اور خدا رسیدہ انسان کو بہترین دیندار بنانے اور جماعتی زندگی میں کسی بہتر مالی نظام قائم کرانے کی اس میں مطلق گنجائش نظر نہیں آتی۔ (۲٤)

افسوس کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہلت نہ ملی اور ڈھائی سال کی مدت پریشانیوں میں گزار کر یہ کہتے ہوئے آپ رخصت ہوئے کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی "سچائی کی روح" آئے تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی کیونکہ وہ اپنی نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔(۲۵) پر اب اس کے پاس جس نے مجھے بھیجا ہے جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے؟ بلکہ اس لئے کہ میں نے تمہیں یہ باتیں کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے فائدہ مند ہے، میں اگر نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔(۲٦)

ذات پات، بھائی چارہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں "خدا کی بادشاہت" اور "انسان کی برادری" کا نظریہ پیش کیا لیکن خود انجیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بھائی چارہ کا دائرہ خاص بنی اسرائیل کے لوگوں کیلئے ہی محدود تھا۔ چنانچہ ان کو حضرت یسوع نے یہ فرما کر بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔(۲۷)

اور ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "میں اسرائیل کے گھروں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"(۲۸) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بعض عجیب وغریب کلمات بھی منسوب کیے ہیں۔ مثلاً کہ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں، صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں آدمی کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کرنے آیا ہوں۔(۲۹)

عملی حیثیت سے بھی عیسائیت کے بھائی چارہ کا دائرہ کار محدود ہے۔ جو لوگ عملی مشاہدہ کرنا چاہیں ان کیلئے بھی خاصے نظائر موجود ہیں کہ عیسائی اگر وہ یورپی ہے تو اس کا گرجا علیحدہ ہے اور غیر یورپی اقوام کے گرجا علیحدہ اور ہندوستان میں کوئی ہندو عیسائیت قبول کرلے تو اس کے بعد بھی اس کے ساتھ ذات پات کا تفرقہ، پنچ قوم اور اعلیٰ ذات کا امتیاز، گرجا کی کرسیوں تک برقرار رہتا ہے۔

عملی مشاہدے سے ہٹ کر بھی جو لوگ انسائیکلوپیڈیا یا سلطنتوں کے دساتیر میں نسلی امتیاز دیکھنا چاہیں تو اس کی بھی کمی نہیں ہے۔ مارشل اسموئس نے ایک مرتبہ انگلستان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "کالے اور گورے نہ صرف رنگ میں مختلف ہیں بلکہ دفاع میں بھی مختلف ہیں"

نیز مارشل موصوف نے یہ بھی کہا کہ:

"بجائے اس کے کہ گوروں اور کالوں کو ملایا جائے جیسا کہ ہم نے کیا ہے اور ہر چیز میں ابتری پھیلائی ہے اور اس طرح کالوں کو سرفراز نہیں کیا بلکہ گوروں کا درجہ گھٹایا ہے حتی الامکان اب ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں اپنے اداروں سے زمین کی ملکیت سے حکومتی انتظام سے اور دیگر گوناگوں حیثیتوں سے علیحدہ رکھا جائے ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو علیحدہ رکھا جائے۔ اس طرح ہم ایک ایسی پالیسی کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو روبہ عمل ہونے میں ایک سو سال لے گی"(۳۰)

ممالک متحدہ امریکہ میں بھی "کلیسا اور حکومت میں گورے اور کالے کے درمیان مساوات نہیں برتی جاتی" نہ صرف یہ بلکہ "رنگ کا امتیاز ہر ایک پیشے اور نوکری میں کیا جاتا ہے" خود یورپ میں جہاں صرف گورے آباد ہیں، نسلی امتیازات زور وشور سے کارفرما ہیں۔(۳۱)

نوکروں، غلاموں کے ساتھ برتاؤ

عیسائیوں میں نوکروں کے ساتھ بدیمنیت اور یہودیت کی طرح بُرا برتاؤ تو نہیں لیکن نوکر اس قابل بھی نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔(۳۲) غلاموں کو آزاد کرنے کی بابت انجیل خاموش ہے بلکہ عیسائیت کے آنے پر غلاموں کی حالت یورپ میں پہلے سے بھی بدتر وابتر ہو گئی۔

عیسائی مؤلف مسٹر ایل۔ڈی۔آگیٹ(L.D.Agate)لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح کی تعلیمات میں غلامی کی صاف طور پر کہیں بھی مذمت نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غلامی کا مخالف گروہ اپنی تائید کیلئے انجیل کی کسی آیت کو بھی پیش نہیں کر سکتا اس کے برخلاف غلامی کا حامی گروہ اپنی تائید میں انجیل کے اصل متن کے الفاظ سے استدلال کر سکتا ہے"(۳۳)

انجیل میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ حسن معاشرت پر زور دیا گیاہے۔اس کے برعکس غلاموں کو جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت کریں اوران کے حکم سے سر منہ منحرف نہ ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے ایک حواری پولس نے اپنے ایک خط میں غلاموں کے متعلق لکھاہے:

"تم اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی کرتے ہو"(٣٤)

یورپی دنیامیں غلامی۔اعداد وشمار کے جائزے میں

١٧٥٠ء تک برطانوی امریکہ تقریباًڈھائی لاکھ غلام تھے اور اعلان آزادی کے وقت ان کی تعداد دگنی ہوگئی تھی۔ آزادی کے بعد شمال میں غلام داری بتدریج ختم ہوگئی لیکن جنوب میں یہ زندگی کی لازمی ضرورت بنی رہی اور ١٨٦٠ء تک چودہ ریاستوں میں چالیس لاکھ افریقی غلام تھے۔(٣٥)

١٧٨٠ء میں غلام داری کے خاتمہ کیلئے قوانین منظور کئے گئے،تاہم اس وقت تک بھی اور اعلان آزادی کی واضح صراحت کہ:

"تمام انسان برابر پیدا کئے گئے ہیں" کے فلسفہ کے باوجود ١٧٩٠ء تک جنوب میں چھ لاکھ سے زائد غلام تھے۔(٣٦) ١٨٦٠ء میں ساڑھے تین لاکھ گورے خاندانوں کے پاس غلام تھے۔(٣٧) ١٦،اپریل ١٩٣٥ء کے اخبار نیشنل کانگریس کے مطابق ١٩٢٨ء تک مہذب یورپی دنیا جن میں امریکہ بھی شامل تھا،کم از کم پانچ ملین یعنی پچاس لاکھ غلام موجود تھے۔(٣٨)

١٨١١ء سے ١٨٧٠ء تک کے درمیان ٩ ملین افریقی گھربار سے محروم ہوکر جانوروں کی طرح فروخت ہوئے۔غلاموں کی اس تجارت میں انگریز،فرانسیسی،ہسپانوی،پرتگیزی،جرمنی اور ولندیزی سب ہی شامل تھے۔(٣٩)

انگریز مورئخ فرانسس کرونے مارچ ١٦٨٧ء کو غلاموں کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھاہے:

"اس جگہ سب سے بڑی تجارت ان غلاموں کی ہے جن کو یہاں لایاجاتاہے۔ یہ لوگ بالکل مادرزاد برہنگی کے ساتھ آتے ہیں اور ان کے گاہک ان کا منہ کھول کھول کر دیکھتے ہیں اور ان کا امتحان گھوڑوں اور جانوروں کی طرح کرتے ہیں۔(٤٠)

عورت کے حقوق اور عیسائیت

عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ غلط نظریہ قائم کر لیا گیا ہے کہ عورت آدم کو جنت سے نکالنے کی ذمہ دار ہے۔ عیسائیت میں عورت کو بہکانے والی نظر سے دیکھا گیا ہے کہ یہ آدم کو زمین پر لانے والی اور اس کی ذمہ دار ہے اور دوسرے درجہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بائبل میں آدمؑ و حواؑ کے قصے کے متعلق یوں تحریر ہے کہ حوا کو شیطان نے بہکایا اور اس نے آدم کو۔ اس بناء پر عیسائیت میں عورت کو گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا ہے، ہر مصیبت کا محرک، شیطان کے آنے کا دروازہ اور دوزخ کا راستہ بتایا گیا ہے، عورت کو دنیا کی ہر مصیبت، بدی کی جڑ، دنیا پر لعنت ملامت نازل کرنے والی قرار دیا گیا ہے۔(٤١)

عیسائیت کے ابتدائی دور کی ممتاز شخصیت ترتولیون(Tirtulion)عورت کے متعلق نظریہ ظاہر کرتا ہے کہ:

"وہ شیطان کا دروازہ، شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی، خدا کے خلاف ورغلانے والی، مرد کو غارت کرنے والی ہے"(٤٢)

ایک اور عیسائی عالم کرائی سوسٹم(Chrysostem) کہتا ہے:

> "عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، غارت گرد لربائی ایک راستہ مصیبت ہے۔(٤٣) میسحیت نے مرد وعورت کے جائز تعلق شادی اور نکاح کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجردگی کی زندگی پر زور دیا۔ ممتاز عیسائی پادریوں کے متعلق تاریخ شاہد ہے انہوں نے عورت سے دوری اور تجرد کے باعث ماؤں تک سے راہ فرار اختیار کر کے جنگلوں میں پناہ لی اور ماؤں سے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عورت ہیں، دوری اختیار کر لی"(٤٤)

عیسائی کلیسا کی ایک مجلس جو ٥٨٢ء میں مشہور عیسائی ہستی "ماکون" کی زیر سرپرستی منعقد ہوئی۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ عورت نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور وہ روح نہیں رکھتی۔(٤٥) ان مسیحی تعلیمات کے بعد جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے تو اس کی کچھ تفصیل پہلے گزر چکی۔ یہودیت کا نظام معاشی عیسائیت کے برعکس سرمایہ دار دولت مندوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ "یہودی قانون کے لفظی معنی میں جو توضیح کی جاتی ہے، اس کی شدت کے لحاظ سے

یہودیت ایک دولت مند شخص کا مذہب ہے، اس کے جو مطالبات ہیں، اس کو ایک غریب شخص پورا نہیں کر سکتا۔۔۔ مذہبی پیشوا غربت کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا سے لو لگانے میں مانع ہے۔

یہودی خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ان میں نہ صرف ایک علیحدہ قومیت پیدا ہوئی بلکہ وہ دیگر لوگوں سے نفرت وعداوت بھی رکھنے لگے اور یہ کہ ان کے سماجی ادارے اور ان کا مذہب اوروں کے مقابلے میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے، اسی عداوت و نفرت کی بناء پر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں رومی، یہودیوں کو نسل انسانی کا دشمن قرار دیتے تھے۔(٤٦) انجیل سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہودی غیر یہودیوں کے ساتھ کھانا وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ سامریہ کی اس عورت نے اس سے کہا کہ کیونکہ تو جو یہودی ہے مجھ سے جو سامریا کی عورت ہوں، پانی پینے کو مانگتا ہے، کیونکہ یہودی سامریوں سے محبت نہیں رکھتے۔(٤٧)

خواتین کے حقوق اور یہودیت

یہود جو اپنی پوری تاریخ میں اخلاقی انحطاط کے ساتھ حرص و طمع کیلئے ہمیشہ سے مشہور چلے آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ انصاف کیسے کر سکتے تھے۔ جبکہ عورت پر کسی مالی نفع کی بجائے اس پر خرچ ہی کیا جاتا ہو۔ اس لئے ان کے ہاں بیٹیوں کا درجہ بیٹوں سے کم بلکہ نوکر چاکر سے بھی بدتر تھا، بھائیوں کی موجودگی میں اسے میراث کا حق نہ تھا، حتیٰ کہ باپ اسے فروخت بھی کر سکتا تھا۔

"لغزش آدمؑ اور خمار گندم کا سارا خمیازہ یہودیوں کی تاریخ میں عورت ہی کو بھگتنا پڑا، وہ عورت کو گناہ اور غلطیوں کا سرچشمہ قرار دیتے تھے۔ ان کے خیال میں (نعوذ باللہ) حوا شیطان کی آلہ کار اور ازل کی گناہ گار تھیں۔ جن کی وجہ سے آدمؑ کو جنت ابدی چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا"

ٹرٹیلین(Tirtulion)ایک موقع پر عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم سب حوا کی بیٹی ہو، اسی لئے خدا کا حکم تم پر آج بھی قائم رہے گا اور تمہارا جرم باقی رہے گا، تم بھی شیطان کا دروازہ اور شجر ممنوعہ کو استعمال کرنے والی خدا کی پہلی مخالفت کرنے والی ہو تم ہی وہ ہو جنہوں نے خدائی مرقع اس آسانی کے ساتھ میٹ دیا"(٤٨)

یہودیوں کی نگاہ میں ہر عورت شیطان کی سواری اور وہ بچھو ہے جو ضروری طور پر ہر انسان کو ڈنگ مارنے کی فکر میں رہتی ہے، عورتوں کے بارے میں ان کے یہ افکار و تصورات ان کے عقیدہ کا جزو بن چکے تھے۔ وہ اپنی مجلسوں میں سوال کرتے تھے کہ کیا عورتوں کو بھی مردوں کی طرح خدا کی عبادت کا حق ہے؟ کیا وہ بھی جنت اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو سکتی ہیں؟ کیا ان میں انسان کی ابدی روح پائی جاتی ہے؟ یہ سوالات آگے بڑھ کر مستحکم عقیدہ کی شکل اختیار کر گئے، جس کے نتیجے میں ان کا یہ خیال بن گیا کہ وہ انسان نہیں بلکہ خدمت کیلئے ایک انسان نما حیوان ہے۔ لہٰذا اسے ہنسنے، بولنے اور عام مواقع پر گفتگو سے بھی روک دینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ شیطان کا دروازہ ہے۔(۴۹) یہودیوں کی مستند "جیوش انسائیکلوپیڈیا" میں ہے کہ معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی ہے، لہٰذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم اور اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ۔(۵۰)

یہودیت اور غلاموں کے حقوق

یہودی شریعت کی رو سے ایک عبرانی دوسرے عبرانی کو غلام بنانے کیلئے ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کر سکتا تھا۔

نمبر ۱۔ کوئی شخص غربت کے باعث قرض ادا نہیں کر سکتا، اس صورت میں ایک امیر کو یہ حق حاصل تھا کہ اس مقروض غریب کی طرف سے اس کا قرض ادا کرے اور اس کو اپنی غلامی میں لے لے۔

نمبر ۲۔ کسی نے چوری کی اور وہ چوری کا مال اس کے مالک کو واپس نہیں کر سکتا تو اس شخص کو یہ حق تھا کہ اپنے تئیں کسی امیر کے ہاتھ فروخت کر دے اور وہ اس کی طرف سے چوری کا مال ادا کر کے اس شخص کو اپنی غلامی میں لے لے۔

نمبر ۳۔ والدین کسی بناء پر اپنے بیٹے یا بیٹی کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دوسری اقوام کی نسبت یہودیوں کے ہاں غلاموں کو کچھ مراعات حاصل تھیں۔(۵۱) تاہم ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ غلاموں کو معاشرتی اعتبار سے کتنا پست اور ذلیل سمجھتے تھے گویا ان کے نزدیک غلام، بحیثیت غلام ہونے کے نہ تو اس قابل تھا کہ کسی شریف عورت سے نکاح کرے اور نہ اس لائق تھا کہ کسی مجمع کے سامنے کسی مذہبی کتاب کی تین آیتیں پڑھے اور نہ اس کا حقدار تھا کہ اس کے سر پر از راہ شفقت و محبت کوئی تعویذ آقا کے ہاتھ سے رکھا جائے۔(۵۲)

یہودیوں کا معاشی تکبر

یہودیوں میں ابتدا ہی سے اونچ نیچ، ذات پات مردوں کی حکمرانی، عورتوں کی تذلیل اور دولت کی کثرت وقلت پر شرف وامتیازات کا گھمنڈ پایا جاتا تھا۔ ان کے ہاں دینی ودنیوی شرف واعزاز مالداری میں منحصر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے جب ایک موقع پر یہود کے اپنے مطالبہ پر حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ بنادیا گیا تو یہود کو اس درویش انسان کی حکمرانی سخت ناگوار گزری اور وہ کہنے لگے!

اَنّٰی یَکُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ (٥٣)
ترجمہ: "کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں کشایش مال میں"

اشیاء سے عدم افادیت

گو یہودیت میں عیسائیت، برہمنیت اور بدھ کی طرح رہبانیت کی تعلیم تو نہیں دی گئی تاہم یہودی مذہب کا جو موجودہ نظام ہے اس کی بنیاد پر دنیا کی اکثر چیزوں کی عدم افادیت کا نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے۔ یہاں ہم دو چار مثالیں توضیحاً پیش کرتے ہیں:

"تیرے گائے، بیل، بھیڑ بکری کے پہلے جو نر بچے پیدا ہوں ان سب کو خداوند اپنے خدا کے لئے مخصوص کردے تو اپنے بیل کے پہلے بچے سے کام نہ لے اور نہ ہی اپنی بھیڑ کے پہلے بچے کے بال کتر (٥٤) اپنے تاکستان میں کئی طرح کے بیج نہ بو، ایسا نہ ہو کہ تیرے بوئے ہوئے بیج کی پیداوار اور تاکستان کا حاصل دونوں ناپاک ہو جائیں۔ (٥٥) تو مختلف بناوٹوں کا کپڑا جیسے اونی اور مخمل ملا ہوا مت پہن" (٥٦)

"اگر کوئی بیل کسی مرد یا عورت کو سینگ چبھودے جس سے وہ مر جائے تو وہ بیل سنگسار کیا جائے، لیکن اس کا گوشت نہ کھایا جائے" (٥٧)

یہودی سور کے علاوہ اونٹ اور خرگوش کا گوشت بھی نہیں کھاتے اس کے ماسوا بیل، بھیڑ، بکری کی چربی بھی استعمال نہیں کرتے۔(۵۸)چربی و گوشت کے عدم استعمال سے صرف معاشی نقطہ نظر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس محلے میں فقط یہودی ہی یہودی آباد ہوں گے، وہاں ان اشیاء کی نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ ان کی دکانیں نظر آئیں گی۔ گناہوں کے کفارہ میں بیل، بھیڑ بکری یا ان کی عدم دستیابی میں کبوتر وغیرہ کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو ان کے ہاں جلانے کی بھینٹ، گناہوں کی بھینٹ وغیرہ کہا جاتا ہے تو ہمارے ہاں بھینٹ کے بجائے یہی کہا گیا ہے کہ محتاجوں میں تقسیم کرو۔اس طرح کسی بھی غریب آدمی کی عارضی "کفالت" ہو سکتی ہے۔

ان تمام گزارشات کے بعد یہ بات بھی قابل توضیح ہے کہ قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت اور نصرانیت اپنے عہد اولین سے "کفالتی" ذمہ داریوں سے آزاد تھے اور اپنی معاشی "کفالت" انبیاء کے کاندھوں پر ڈالی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہود کیلئے من و سلویٰ آسمان سے اترتا تھا اور نصاریٰ کیلئے مائدہ تیار آتا تھا۔ یہ تمام تفصیلات قرآن میں موجود ہیں تو جس قوم کے پاس کھانے پینے کی اشیاء غیب سے آتی ہوں تو اس کو "معاشی تکافل" کیلئے بھاگ دوڑ کی ضرورت کیوں کر ہو سکتی ہے اور پھر اس کیلئے قواعد و ضوابط کے مرتب کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حوالہ جات

1) بائبل، قرآن اور سائنس: موریس بوکائیے، مترجم ثناء الحق صدیقی، کراچی "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" ۱۹۹۳ء، ص۱۲،۱۳
2) الدعوۃ: ماہنامہ مجلہ، لاہور، ستمبر ۲۰۰۰، ص۳۱
3) انسائیکلوپیڈیا کولیئر سی: ۱۹۵۶ء، ص۳۹۸، ج۳
4) القرآن: ۲:۴۳
5) القرآن: ۵:۱۲
6) احبار: ۲۷،۳۰،۳۲
7) خروج: ۳۰،۱۳،۱۵
8) خروج: ۳۰،۳۸،۲۶
9) القرآن: ۱۹:۱۳
10) انجیل لوقا: ۱۸:۱۰
11) متی: ۱۹:۲۴
12) متی: ۱۷:۲۴
13) سیرت النبیؐ: شبلی نعمانی، ص۱۱۷، ج۵
14) احبار: ۲۷:۳۲
15) خروج: ۳۰ـ۱۵
16) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص۱۲۲،۱۲۳، ج۱
17) انجیل: ۱۱:۲۶
18) انجیل: ۱۵:۱۷
19) انجیل: ۱۸:۱۰
20) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص۱۲۳،۱۲۴، ج۱
21) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص۱۲۴،۱۲۵، ج۱
22) انجیل متی: ۲۴تا۲۶
23) انجیل لوقا: ۱۵ـ۲۱
24) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، محولہ سابقہ، ص۳۳۲
25) یوحنا: باب نمبر ۱۲،۱۳
26) یوحنا: محولہ بالا، ص۵تا۷
27) انجیل متی: باب نمبر ۱۰، ص۵
28) انجیل متی: باب نمبر ۱۷: ص۲۴

29) انجیل متی: باب نمبر ۱۰، ص ۳۵
30) اسلام کے معاشی نظریئے: ڈاکٹر یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۲۵، ۱۲۶، ج ۱
31) اسلام کے معاشی نظریئے: ڈاکٹر یوسف الدین، محولہ سابقہ
32) انجیل لوقا: باب نمبر ۱۷: ص ۷ تا ۹
33) محسن انسانیت ؐ اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ٤٦٩
34) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۱
35) امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم، کراچی، "بساط ادب" ۱۹۹٦ء، ص ۲۱٤
36) امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم، کراچی، "بساط ادب" ۱۹۹٦ء، ص ۲۰۹
37) امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم، کراچی، "بساط ادب"
38) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، ص ۵۸
39) غلامی اور نسل پرستی: مبارک علی، لاہور، "تخلیقات" ۱۹۹۳ء، ص ۵۹
40) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد، محولہ سابقہ، ص ۵۵
41) عودة الحجاب المرأة: محمد بن احمد بن اسماعیل المقدم: ریاض، "دار طیبہ" ۱٤۱۲ھ، ص ۵۲
42) المرأة بين الفقه والقانون: مصطفیٰ سباعی، محولہ سابقہ، ص ۲۰
43) عودة الحجاب: محمد بن اسماعیل المقدم، محولہ سابقہ، ص ۵۲
44) المرأة بين الفقه والقانون: مصطفیٰ سباعی، محولہ سابقہ، ص ۲۰
45) عودة الحجاب: محولہ سابقہ، ص ۵۲
46) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۱۹، ج ۱
47) انجیل یوحنا: باب نمبر ٤: ۹
48) محسن انسانیت ؐ اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳٤۰
49) مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز، محولہ سابقہ، ص ۱۸۸، ۱۸۹
50) مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز، محولہ سابقہ، ص ۱۹۰
51) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۸
52) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۱
53) القرآن: ۲: ۲٤۷
54) بائبل استثنائ: باب نمبر ۱۵: ص ۱۹
55) بائبل استثنائ: باب نمبر ۲۲، ص ۱۹
56) بائبل استثنائ: باب نمبر ۲۲، ص ۹
57) بائبل ہجرت: باب نمبر ۲۱: ص ۲۸
58) بائبل استثنائ: باب نمبر ۱٤: ص ۷